مقدمہ

(فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ)

الحمدللّٰہ رب العالمین،والصلاۃ والسلام علی أشرف الأنبیاء والمرسلین،نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وأھل طاعتہ أجمعین.وبعد

1967ء میں جب میں نے پرائمری پاس کرلی تو اباجی رحمہ اللہ مجھے اسکول سے گھر لے جانے کی بجائے، مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ سولجر بازار کراچی لے گئے،اس دور کے کراچی کے معروف خطیب (رحمانیہ مسجد بوہرہ پیر) مولانا محمد اسحٰق روپڑی رحمہ اللہ بھی ہمراہ تھے۔رحمانیہ کے ناظم تعلیمات مولانا عبدالحنان دہلوی ہوا کرتے تھے، جنہوں نے تھوڑی بہت پس وپیش کے بعد مجھے منتسب طالب علم کے طور پہ قبول کرلیا اور یوں میری دینی تعلیم کے سلسلے کا آغاز عمل میں آگیا،جو ہمارے کاروباری خاندان میں پہلا تجربہ تھا۔

مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ جو قیام پاکستان سے پہلے دہلی میں قائم تھا،نے بڑے بڑے نابغۂ روزگار پیدا کئے،ہرفن میں قابل ترین اساتذہ کی خدمات حاصل کی جاتی تھیں،جن کی شبانہ روز محنت سے اعلام واعیان کی ایک بڑی جماعت وجود میں آئی،یہ عباقرہ تصنیف وتالیف،تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ کے میدانوں کے شہسوار ثابت ہوئے۔

اس عجالہ میں بطورِ نمونہ ایک ہی رحمانی سپوت کا نام پیش کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں،صاحبِ "مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح" العلامہ المحدث عبیداللہ الرحمانی رحمہ اللہ تعالیٰ،علاوہ ازیں خطیب اسلام مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری رحمہ اللہ بھی رحمانی تھے،جامع المعقول والمنقول مولانا حاکم علی دہلوی رحمہ اللہ بھی رحمانی تھے،عظیم عالم،مربی اور مدرس،بابائے خطابت قاری عبدالخالق رحمانی رحمہ اللہ بھی دارالحدیث رحمانیہ کے خوشہ چینوں میں سے تھے،﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ❶﴾

قیام پاکستان کے بعد دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے اکثر مؤسسین ومنتظمین جب کراچی منتقل ہوئے تو کراچی کے علاقہ سولجر بازار میں اپنے اسلاف کی تمام تر درخشندہ روایات کے ساتھ از سرنو دارالحدیث رحمانیہ کی

❶ سورۃ المدثر.آیۃ31۔

بنیاد قائم کر دی، جو بہت جلد اپنے سابقہ معیار اور پرانی ساکھ بحال کرنے میں کامیاب ہو گیا، اطراف واکناف سے تشنگانِ علوم دینیہ، رحمانیہ کا رُخ کرنے لگے۔

جس وقت دارالحدیث رحمانیہ سے بطورِ معلم میرا الحاق عمل میں آیا، مشرقی اور مغربی پاکستان نیز بلتستان کے طلبہ کا ایک جمِ غفیر اپنے انتہائی فاضل اور ماہر اساتذہ کرام سے علمی پیاس بجھانے میں مصروف تھا۔

اس وقت کے چند بلند پایہ اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(1) شیخ الحدیث مولانا حاکم علی الدہلوی رحمہ اللہ، جو تمام درسی کتب کے حافظ تھے، ہر کتاب حتی کہ صحیح بخاری بھی زبانی ہی پڑھاتے تھے، جامع المعقول والمنقول کے لقب سے ملقب تھے۔

(2) مولانا عبدالحنان دہلوی رحمہ اللہ، جو تدریس کے ساتھ ساتھ ناظم تعلیمات اور صدر مدرس کے عہدہ پر بھی فائز تھے۔

(3) مولانا عبدالرشید ندوی لداخی رحمہ اللہ، جن کا بڑے مخلص اور مربی اساتذہ میں شمار ہوتا تھا۔

(4) مولانا عبدالعزیز فیصل آبادی رحمہ اللہ، جو بہت بڑے ماہر تعلیم اور انتہائی کامیاب مدرس تھے وغیرہ وغیرہ۔

مولانا کرم الدین السّلفی رحمہ اللہ

انہی اساتذہ میں ایک نام استاذی المکرّم مولانا کرم الدین السّلفی رحمہ اللہ کا تھا، جنہیں اللہ تعالیٰ نے علوم عالیہ وآلیہ میں مکمل مہارت ودسترس عطا فرما رکھی تھی، ہر طالب علم ان کے علمی رسوخ نیز مثالی طریقۂ تعلیم کا معترف تھا، جن طلبہ کو علم کی سچی جستجو تھی وہ چاہتے تھے کہ ہر سبق استاد جی مولانا کرم الدین صاحب سے ہی پڑھیں، کیونکہ آپ ایک انتہائی قوی ملکۂ تعلیم وتدریس سے مالا مال تھے، علم کے ساتھ ساتھ عمل کے بھی پہاڑ تھے اور پوری طرح سلفی روایات کے امین تھے، انہیں نمونۂ سلف کے لقب سے بھی ملقب کیا جا سکتا ہے۔

استاد جی کی پورے ادارے میں ایک اور وجہ شہرت تھی اور وہ ان کا رعب، دبدبہ، ہیبت اور جلال تھا، جس سے ہر طالب علم مرعوب اور خائف دکھائی دیتا تھا، میرا اگرچہ وہ انتہائی بچپن کا دور تھا، لیکن مجھے بخوبی یاد ہے کہ تمام بڑے طلبہ ان کے رعب وجلال کا ذکر کرتے رہتے، جس کا معنی یہ تھا کہ استاد جی رحمہ اللہ کو تعلیم وتربیت میں کسی قسم کی مداہنت قبول نہ تھی، چنانچہ ضرورت سے زائد سستی یا غفلت کا علاج اپنی سخت گیری سے فرماتے، تاکہ

طلبہ کی تعلیم وتربیت میں کوئی نرم گوشہ نہ رہے جو مستقبل کی ندامت کا باعث بن سکتا ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیارے صحابی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا:

((اشدھم لدین اللہ عمر))

یعنی ''اللہ تعالیٰ کے دین میں سب سے سخت گیر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔''

استاد جی رحمہ اللہ کی یہ سخت گیری ان کے بہت بڑے جذبۂ خیر خواہی کی غماز ہے، سختی برائے سختی نہ تھی بلکہ سختی برائے اصلاح تھی، جس کی دلیل ایک درج ذیل واقعہ ہے:

ایک بار منتہی طلبہ کی جماعت سے ایک صیغہ کی تعلیل پوچھی، جو کوئی طالب علم نہ بتا سکا، نتیجتاً سب کی ٹھیک ٹھاک چھترول کر ڈالی اور صرف سرزنش پر ہی اکتفاء نہیں فرمایا، بلکہ تمام طلبہ کو حکم دیا کہ آج سے بعد نمازِ عصر مجھ سے صَرف کی کتاب ''زرادی'' پڑھنے آؤ، چنانچہ اپنے نصابی اسباق سے ہٹ کر، تعلیم اوقات کے علاوہ اپنے شاگردوں کو یہ وقت دیا، اس میں کافی سختی بھی برتی تا کہ صیغوں کی معرفت میں کوئی کمی باقی نہ رہے، فرحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

استاد جی رحمہ اللہ سے میرا پہلا سبق

آغازِ تعلیم میں خواہش کے باوجود ہمارا استاذِ مکرم کے پاس کوئی سبق نہ تھا، کیونکہ آپ زیادہ تر منتہی طلبہ کو پڑھایا کرتے تھے، تا آنکہ ہم درجۂ ثالثہ تک پہنچ گئے، اس درجہ میں نحو کی سب سے اہم اور دقیق کتاب ''کافیہ'' تھی، جسے ہمیں استاذِ مکرم سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، یہ ہمارا ان کے پاس پہلا سبق تھا، کتاب کے دقیق ترین مسائل انتہائی سہل اسلوب سے سمجھا دیئے اور حقیقت یہ ہے کہ علمِ نحو کے قواعد پہلی مرتبہ ایک تطبیقی انداز سے سمجھ میں آنے لگے، نحوی قواعد کے انطباق میں کافی حد تک مہارت حاصل ہوئی، بلکہ '' کافیہ'' کا مکمل تو نہیں لیکن اکثر متن حفظ کر ڈالا، درجۂ رابعہ میں علم بلاغت کی انتہائی جامع کتاب ''تلخیص المفتاح'' آپ سے پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، درجۂ خامسہ میں تفسیر جلالین، درجۂ سابعہ میں علم میراث کی کتاب '' سراجی '' اور درجۂ ثامنہ میں ''صحیح مسلم'' کی دوسری جلد پڑھی اور آپ کے علم سے ان تمام فنون میں استفادہ کا عظیم موقع حاصل ہو گیا، فللہ الحمد والمنۃ۔

دارالحدیث رحمانیہ کی وجۂ شہرت جہاں ہر فن کے لیے قابل ترین اساتذہ کا انتخاب تھی، وہاں ملک کے

اطراف واکناف سے بڑے بڑے طلبہ کی آمد اوران عظیم اساتذہ کرام سے علمی سیرابی حاصل کرنا بھی تھی، جس کی وجہ سے ہر کلاس اور خصوصاً بڑی کلاسوں میں طلبہ کی ایک معقول تعداد ہوتی، اس دور میں استاذی مکرم مولانا کرم الدین السلفی رحمہ اللہ سے علمی استفادہ کرنے والے کچھ طلبہ کے نام یاد آتے ہیں، جن میں سے اکثر طلبہ اپنے علاقوں میں اعیان کی حیثیت رکھتے ہیں، استاذ جی سے تعلیم وتربیت کے جوہر سے مالا مال ہوکر اپنے اپنے علاقوں میں تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ نیز افتاء کی ذمہ داریاں انجام دے رہے ہیں، یہ تمام اعیان استاذِ مکرم کیلئے صدقۂ جاریہ ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیچھے علم چھوڑ جانے والے شخص کیلئے اس کے عمل کو صدقۂ جاریہ قرار دیا ہے۔❶

اس وقت جو نام لوحِ حفظ میں موجود ہیں پیش کیے دیتا ہوں، جو کہ بہت کم ہیں:

- مولانا عبداللہ مسعود حفظہ اللہ اس وقت افریقہ میں تعلیمی ودعوتی خدمات انجام دے رہے ہیں۔
- مولانا نورالھدیٰ مشرقی پاکستان۔
- مولانا عبدالصمد حفظہ اللہ مشرقی پاکستان، آپ راج شاہی میں دعوتی وتعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں، اور بنگلہ دیش کے اعیان میں شمار ہوتے ہیں۔
- مولانا ہارون رشید حساس رحمہ اللہ، ان کا شمار میرے اساتذہ میں ہوتا ہے، چند سال قبل اسلام آباد میں فوت ہوئے۔
- مولانا یوسف یعقوب حفظہ اللہ، جامعہ اسلامیہ اسلام آباد میں بطورِ پروفیسر نامزد ہیں اور جامعہ سلفیہ اسلام آباد میں بھی طلبہ کو اہم اسباق پڑھاتے ہیں، ان کا شمار بھی میرے اساتذہ میں ہوتا ہے، ان سے بھی مجھے علم عزیز حاصل ہوا، متعنا اللّٰہ بطول حیاته۔
- مولانا عبداللہ سرور حفظہ اللہ، جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ سے ماجستر کی شہادۃ حاصل کی، مختلف مدارس میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز رہے، شنید ہے کہ آج کل قرآن پاک کی تفسیر لکھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔
- حافظ محمد یونس، جن کا جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے التحاق ہوا۔
- مولانا عزیز الرحمٰن۔

---

❶ مسند احمد. جلد2 صفحہ 372 الرقم8831۔

✧ مولانا ثناء اللہ صاحب۔

✧ مولانا عمر فاروق سعیدی ﷾، میرے ہم کلاس ساتھی تھے، آج کل منڈی وار برٹن میں بچیوں کے ایک ادارے میں جو مکتبہ دارالسلام نے قائم کر رکھا ہے، شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں۔

✧ مولانا خالد برق ہزاروی، آج کل ضلع ہزارہ میں تعلیمی ودعوتی سرگرمیوں میں مصروف ہیں، اپنے تمام بیٹوں کو بھی دینی تعلیم سے آراستہ کیا۔

✧ مولانا لیاقت علی اور مولانا شوکت علی، یہ دونوں سگے بھائی بھی تھے اور تقریباً ہم عمر ہونے کی وجہ سے ہم مکتب بھی تھے، اس وقت پنجاب کے کسی علاقے میں دعوت وتعلیم کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

✧ مولانا تاج الدین اور مولانا نصیر الدین، ان دونوں کا تعلق کراچی سے تھا اور یہ دونوں بھی سگے بھائی تھے، مولانا نصیر الدین میرے ہم کلاس ساتھی تھے۔

✧ مولانا محمد حسین، یہ بھی میرے ہم کلاس ساتھی تھے اور اگر میں بھولا نہیں تو یہ استاذِ مکرم کے بھانجے تھے۔

✧ مولانا عبدالقادر بلتستانی، اس وقت سکردو میں دعوتی وتعلیمی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

✧ مولانا عبدالحی بلتستانی۔

✧ مولانا عبدالرشید بلتستانی۔

✧ مولانا محمد حسین آزاد بلتستانی۔

✧ مولانا عبدالصمد شگری بلتستانی، چند ماہ قبل سعودی عرب میں ایک ٹریفک حادثہ میں فوت ہوئے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

✧ مولانا عبدالسلام شگری بلتستانی، بلتستان کے شہر شگر میں تعلیم وتربیت کا ایک عظیم ادارہ قائم کر رکھا ہے، جس کی نوے سے کچھ زائد شاخیں بھی ہیں۔

✧ مولانا شریف اشرف شگری بلتستانی۔

سیرت امام مسلم بن الحجاج

شگری بلتستانی، شگر کے مذکورہ ادارے سے منسلک ہیں۔

- مولانا عبدالمتین شگری بلتستانی، شگر کے مذکورہ ادارے سے منسلک ہیں۔
- مولانا محمد حسن شگری بلتستانی۔
- مولانا سید عبداللہ شگری بلتستانی۔
- مولانا سید علی شگری بلتستانی۔

یہ تمام علماء شگر کی مذکورہ جامعہ میں علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

یہ چند نام اس وقت متحضر ہو سکے، جبکہ امر واقع یہ ہے کہ استاذی مکرم کے تلامذہ کی ایک بڑی تعداد موجود ہے جو ملک وبیرون ملک، مسلک اہل حدیث کی نمائندگی کررہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی جہود ومساعی قبول فرمالے، یقیناً یہ تمام علماء استاذِ مکرم کیلئے صدقہ جاریہ بنے ہوئے ہیں اوران کے درجات کی بلندی کا ذریعہ بھی۔

سیرت امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ

اپنے طالب علمی کے دور میں، میں نے ہمیشہ استاذی المکرّم کو یا تو مصروف مطالعہ پایا، یا پھر کچھ لکھتے ہوئے دیکھا، ابتداء میں صغرِ سنی کی بناء پر معلوم نہ ہو پایا کہ آپ کیا لکھتے رہتے ہیں، لیکن یہ نکتہ بہرحال عیاں تھا کہ آپ نے کبھی اپنا وقت ضائع نہیں فرمایا، اور یہی ایک عالم ربانی کی شان ہے۔

آپ کی مختلف موضوعات پر کتب ومختصر رسالے زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر سامنے آتے رہتے، ان کتب ورسائل کا تعارف استاذِ مکرم کے صاحب زادے ابومعاویہ تقی الدین احمد نے اپنے مقدمہ میں پیش کیا ہے۔

جب ہمارا شعور پختہ ہوا تو پتہ چلا کہ استاذِ محترم، عظیم محدث امام مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ کی حیاتِ اقدس کے مختلف پہلوؤں پر لکھ رہے ہیں، نیز ان کی مایہ ناز کتاب صحیح مسلم کی مہماتِ اسانید ومتون ودیگر متعلقات پر بھی برائے افادۂ عوام وخواص اپنی وسیع معلومات سپردِ قرطاس فرمارہے ہیں، اس اہم موضوع سے قدرتی شغف تھا، جس کی بناء پر ہمیں اس کتاب کی جستجو بھی تھی اور گاہے بگاہے مختلف اقتباسات پڑھنے کا شوق بھی تھا، وقت ملنے پر استاذِ محترم کے ساتھ بعض حوالوں کی تلاش کا عمل بھی جاری رہا۔

ہمارے جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ سے التحاق اور استاذِ مکرم کی شارجہ منتقلی کی بناء پر ان سے رابطے کا سلسلہ تقریباً منقطع ہوگیا، یہ میرے لئے ایک انتہائی تأسف اور دکھ کا مقام تھا اور ہے اور ہمیشہ رہے گا، کیونکہ

آپ کے شارحِ منتقلی کے بعد رابطہ یکسر ختم ہو گیا، ملاقات کی کوئی صورت باقی نہ رہی، تا آنکہ آپ کی اچانک رحلت کی دلخراش خبر موصول ہوئی، یہ احساس مجھے ہمیشہ مضطرب رکھے گا، قدس اللّٰه روحه واعلىٰ درجه في جنة الفردوس۔

استاذی المکرّم کی وفات کے بعد سیرت امام مسلم کے حوالے سے ان کی جہود ومساعی کا گاہے بگاہے خیال آتا رہتا، چند سوال ذہن میں ابھرتے، مثلاً: آپ اس کتاب کی تکمیل کر پائے یا نہیں؟ اس کتاب کا مسودہ کہاں ہوگا؟ کہیں وہ مسودہ فقدان وضیاع کا شکار تو نہیں ہوگیا؟ ایک مدتِ مدیدہ تک بھی کسی سوال کا کوئی خاطر خواہ جواب سامنے نہ آسکا، پھر اچانک استاذ جی کے لائق فرزند ابومعاویہ تقی الدین احمد جنہیں اللہ تعالیٰ نے تراثِ سلف کی اشاعت کا بھرپور شغف عطا فرمایا ہے اور بالخصوص اپنے والدگرامی کے جملہ کتب ورسائل تلاش کر کے شائع کر رہے ہیں، نے مجھ سے رابطہ قائم کیا، ضروری تعارف اور حال واحوال کے بعد میرا پہلا سوال اسی کتاب "سیرت امام مسلم" کے حوالہ سے تھا۔ ان کی زبانی یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ استاذی المکرّم کی مذکورہ کتاب نہ صرف یہ کہ مکمل ہو چکی تھی بلکہ اس کی تسوید وطباعت کا کام بھی جاری ہے، بحمد للہ ان کی مہربانی سے کتاب کا مسودہ میرے ہاتھوں میں ہے اور اس پر مقدمہ لکھنے کی جسارت ہو رہی ہے، **فجزاه اللّٰه عني وعن المسلمين خير الجزاء وأسعده في الدارين۔**

استاذ محترم کی یہ عظیم کتاب، معلومات کا ایک خزانہ ہے، بلکہ اسے امام مسلم اور ان کی صحیح کے بارے میں ایک انسائیکلوپیڈیا کا مقام حاصل ہونا چاہئے، کیونکہ یہ کتاب صرف امام مسلم رحمہ اللہ کی سیرت کے بیان پر اکتفاء نہیں کرتی بلکہ متعلقاتِ سیرت کے چیدہ چیدہ امور کو بھی کافی اور شافی تفصیل کے ساتھ زیرِ بحث لاتی ہے، مثال کے طور پہ امام مسلم رحمہ اللہ نسباً قشیری تھے، اس کتاب میں آپ کو بنوقشیر کا مکمل تعارف ملے گا، اس حوالے سے چند عنوانات ملاحظہ ہوں:

- بنوقشیر کا اوّل مسکن
- بنوقشیر کی شجاعت وبہادری
- بنوقشیر کا حسن وجمال
- بنوقشیر کے ان افراد کا تعارف جنہیں صحابیت کا شرف حاصل ہے، وغیرہ وغیرہ

اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ کا مولد ومسکن نیشاپور تھا، اس کتاب میں نیشاپور کے حوالے سے بڑی قیمتی اور

نافع معلومات کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے، چند عنوانات ملاحظہ ہوں:

- نیشاپور کی وجہ تسمیہ
- بناء نیشاپور
- امام مسلم کے عہد میں ولاۃ نیشاپور
- نیشاپور کے والی اوّل
- نیشاپور میں مدفون صحابہ کرام
- نیشاپور کے متعلق علماء کی تصانیف
- نیشاپور میں قائم مدارس، وغیرہ وغیرہ

کتاب ہذا امام مسلم رحمہ اللہ کی سیرتِ طیبہ کے حوالے سے انتہائی اہم جوانب کا احاطہ کرتی ہے، جو بالخصوص طلبۃ العلم کیلئے ایک وقیع اور قابل قدر سرمایہ ہے، چند موضوعات کی نشاندہی کی جاتی ہے:

امام مسلم کا عہد، امام مسلم کا خاندان، امام مسلم کے رحلات (رحلہ لطلب الحدیث کے تعلق سے بھی مفید مباحث موجود ہیں) امام مسلم رحمہ اللہ کے رحلات کے تذکرہ میں درج ذیل مقامات کی طرف سفر کرنے کا ذکر ہے: مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، بغداد، بصرہ، کوفہ، واسط، بلخ، مرو، رے، مصر، دمشق۔

اس کے علاوہ امام مسلم رحمہ اللہ کے مشائخ اور تلامذہ کی تفصیلی فہرست موجود ہے، امام مسلم رحمہ اللہ کے شمائل وخصائل کا بھی مفصل تذکرہ موجود ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ کے عقیدہ اور مسلک کے بارے میں بہترین وضاحت موجود ہے، نیز یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ ایک بلند پایہ فقیہ اور مجتہد تھے۔

سیرت امام مسلم رحمہ اللہ کے بیان کے بعد ان کی مایہ ناز کتاب صحیح مسلم کا بھی تفصیلی تعارف موجود ہے، جس کا آغاز مقدمہ مسلم کے تعارف سے ہوتا ہے۔

صحیح مسلم کے بارے میں جو خاص مباحث زیر مطالعہ آئیں گی ان میں صحیح مسلم کا سبب تالیف، امام مسلم کے شرائط، تراجم ابواب، تعدادِ روایات، خصائص صحیح مسلم، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موازنہ، صحیح مسلم کے رواۃ، صحیح مسلم کی صحت، صحیح مسلم کے حوالے سے بعض شبہات کا ازالہ، صحیح مسلم کے شارحین، صحیح مسلم کی مستخرجات، وغیرہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ کا بخاری و مسلم کی ایک ایک حدیث کو موضوع قرار دینا

سن 1400 ہجری میں جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ الریاض میں دورانِ تعلیم، ہمارا حدیث کا سبق فضیلۃ الشیخ الدکتور خلیل ابراھیم ملا خاطر جو شام کے ممتاز علماء میں شمار ہوتے تھے کے پاس تھا، ڈاکٹر صاحب تدریس کے دوران مختلف علمی اور تحقیقی کام بھی کرتے رہتے تھے، مجھے بھی بعض اوقات ان کاموں میں معاونت کا شرف حاصل رہا، ڈاکٹر صاحب کا زیادہ تر موضوع درایتِ حدیث اور روایتِ حدیث کے حوالے سے ہوتا، حدیث پر کئے جانے والے اعتراضات اور شبہات کا ازالہ ان کا محبوب ترین مشغلہ ہوتا، انہی کی زبانی پہلی بار پتہ چلا کہ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ نے دو روایتوں، جن میں سے ایک کا تعلق صحیح بخاری سے ہے اور دوسری صحیح مسلم میں مروی ہے، کو موضوع قرار دیا ہے۔ شیخ صاحب کی نظر سے ایک مخطوط بھی گذرا، جو مذکورہ مواد پر مشتمل تھا، بعد میں یہ مخطوط شیخ ابوعبدالرحمٰن بن عقیل الظاہری کی تحقیق سے ایک مجلّہ "عالم الکتب" میں شائع ہوا، ابوعبدالرحمٰن الظاہری أثابه اللّٰہ نے ان دونوں احادیث سے وضع کی تہمت کی نفی تو کر دی مگر ان میں وہم کے موجود ہونے کا قول اختیار کرنے سے نہ بچ سکے، ہمارے شیخ ملا خاطر فرماتے ہیں کہ چونکہ ابوعبدالرحمٰن ابن عقیل الظاہری صنعت حدیث میں زیادہ متقن نہیں ہیں، لہٰذا انہیں صحیح جواب دینے کی توفیق میسر نہ ہوسکی، ان کا وہم کا قول اختیار کرنا بلا دلیل ہے۔

واضح ہو کہ چونکہ ہمارا یہ مقدمہ اپنے شیخ مولانا کرم الدین سلفی رحمہ اللہ کی کتاب پر ہے، لہٰذا ہم اپنے اس عجالہ میں صرف صحیح مسلم کی حدیث پر حافظ ابن حزم رحمہ اللہ کے کلام کا جائزہ لیں گے۔

> حافظ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بخاری و مسلم میں کوئی ایسی حدیث نہیں جس کا صحیح مخرج موجود نہ ہو، علاوہ دو حدیثوں کے جن میں سے ایک صحیح بخاری میں ہے اور دوسری صحیح مسلم میں۔

صحیح مسلم کی حدیث درج ذیل ہے:

((حَدَّثَنِی عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِالْعَظِیمِ الْعَنْبَرِیُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَعْقِرِیُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا النَّضْرُ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ الْیَمَامِیُّ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، حَدَّثَنَا أَبُو زُمَیْلٍ، حَدَّثَنِی ابْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ الْمُسْلِمُونَ لَا یَنْظُرُونَ إِلَی أَبِی سُفْیَانَ وَلَا یُقَاعِدُونَهُ، فَقَالَ لِلنَّبِیِّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَانَبِيَّ اللّٰهِ ثَلَاثٌ أَعْطِنِيهِنَّ، قَالَ: "نَعَمْ" قَالَ: عِنْدِي أَحْسَنُ الْعَرَبِ وَأَجْمَلُهُ، أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ أَبِي سُفْيَانَ، أُزَوِّجُكَهَا، قَالَ: "نَعَمْ" قَالَ: وَمُعَاوِيَةُ، تَجْعَلُهُ كَاتِبًا بَيْنَ يَدَيْكَ، قَالَ: "نَعَمْ" قَالَ: وَتُؤَمِّرُنِي حَتَّى أُقَاتِلَ الْكُفَّارَ، كَمَا كُنْتُ أُقَاتِلُ الْمُسْلِمِينَ، قَالَ: "نَعَمْ" قَالَ أَبُو زُمَيْلٍ: وَلَوْلَا أَنَّهُ طَلَبَ ذٰلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَعْطَاهُ ذٰلِكَ، لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُسْأَلُ شَيْئًا إِلَّا قَالَ: "نَعَمْ")) [1]

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: (جب ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا تو) مسلمان ان کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیا کرتے تھے نہ ہی ساتھ بیٹھنا پسند کرتے تھے، تو ابوسفیان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تین چیزیں عطا فرما دیجئے (تاکہ مسلمان مجھے پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا کریں) پہلی چیز یہ کہ میری بیٹی ام حبیبہ جو عرب کی سب سے حسین وجمیل عورت ہے، اسے اپنے نکاح میں قبول کر لیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ دوسری چیز یہ کہ میرے بیٹے معاویہ کو کاتب وحی مقرر کر دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ تیسری چیز یہ کہ مجھے کسی جہادی لشکر کی قیادت سونپ دیجئے تاکہ میں کفار کے خلاف جہاد کر سکوں، جیسا کہ میں مسلمانوں کے خلاف جہاد کیا کرتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ (حدیث کا ایک راوی) ابوزمیل کہتا ہے: اگر ابوسفیان نے یہ چیزیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب نہ کی ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں عطا نہ فرماتے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جس چیز کا بھی سوال کیا جاتا آپ ہاں کہہ کر عطا فرما دیا کرتے تھے۔''

محمد بن ابی نصر الحمیدی جو امام ابن حزم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، فرماتے ہیں کہ ابن حزم فرماتے ہیں: بلاشبہ یہ حدیث موضوع ہے اور وضع کی یہ آفت عکرمہ بن عمار (راویٔ حدیث) نے ڈھائی ہے، چونکہ یہ بات بالاتفاق ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ سے فتح مکہ سے کافی عرصہ قبل شادی کر لی تھی، اس وقت جبکہ وہ سرزمین حبشہ میں تھیں اور ابوسفیان کافر تھا۔

واضح ہو کہ امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو نقل کر کے اسے موضوع قرار نہیں دیا، بلکہ یہ فرمایا ہے:

[1] صحیح مسلم: 2501۔

((هذا الحديث وهم من بعض الرواة لانه لا خلاف بين الناس ان النبى ﷺ تزوج ام حبيبة قبل الفتح بدهر وهى بارض الحبشة وابوها كافر)) ❶

یعنی" یہ حدیث کسی راوی کے وہم کا نتیجہ ہو سکتی ہے، کیونکہ علماء کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ آپ ﷺ نے ام حبیبہ سے فتح مکہ سے کافی عرصہ پہلے نکاح کر لیا تھا، اس وقت وہ حبشہ کی سرزمین میں تھیں اور ان کے والد ابوسفیان کافر تھے۔"

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو کسی راوی کے وہم کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ ❷

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا اور وضع کی تہمت اس حدیث کے راوی عکرمہ بن عمار پر عائد کر دی لیکن یہ انتہائی غلط ہے، حافظ ابن حزم رحمہ اللہ نے عکرمہ بن عمار کو وضع حدیث کے ساتھ متہم کر کے تمام علمائے جرح وتعدیل کے اجماع کو توڑا ہے۔

عکرمہ بن عمار کو علمائے جرح وتعدیل نے ثقہ قرار دیا ہے، ان کا پورا نام اس طرح ہے: عکرمہ بن عمار العجلی الحنفی الیمامی ابوعمار البصری، ان کے اساتذہ میں ہرماس بن زیاد (جن کی نبی علیہ السلام سے صحبت ثابت ہے) ایاس بن سلمہ بن اکوع، سالم بن عبداللہ بن عمر، عطاء بن ابی رباح اور یحییٰ بن ابی کثیر جیسے محدثین کے نام شامل ہیں۔

ان کے شاگردوں کی بھی ایک طویل فہرست ہے، کچھ نام درج ذیل ہیں:

امام شعبہ، سفیان ثوری، وکیع بن جراح، یحییٰ بن سعید القطان، عبداللہ بن مبارک، عبدالرحمٰن بن مهدی، وغیرہ وغیرہ۔

محدثین کی آراء:

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے عکرمہ بن عمار کو اپنے دور میں یمامہ کے تمام محدثین پر ترجیح دی ہے، اور کہا ہے کہ شعبہ جیسے محدث نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

❁ معاویہ بن صالح، یحییٰ بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ عکرمہ ثقہ ہے، ایک قول میں "ثبت" کا لفظ بھی وارد ہے، ایک روایت میں "حافظ" کا لفظ بھی وارد ہے، جبکہ عثمان الدرامی فرماتے ہیں میں نے یحییٰ بن معین

---

❶ شرح مسلم مع النووی 69/16۔

❷ جلاء الافہام، صفحہ 142۔

سے پوچھا: آپ کے نزدیک ایوب بن عتبہ زیادہ پسندیدہ ہے یا عکرمہ بن عمار؟ فرمایا: عکرمہ بن عمار مجھے زیادہ محبوب ہے۔

- علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب کے نزدیک عکرمہ "ثقہ ثبت" ہے۔
- عجلی نے بھی انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔
- ابوداؤد رحمہ اللہ کے نزدیک بھی ثقہ تھے، البتہ وہ فرماتے ہیں: عکرمہ کی ان روایتوں میں اضطراب پایا جاتا ہے جو وہ یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کرتے ہیں، یہی بات امام نسائی اور یحییٰ بن سعید نے بھی فرمائی ہے۔

واضح ہو کہ عکرمہ کی جس حدیث پر ہم بحث کر رہے ہیں وہ یحییٰ بن ابی کثیر سے مروی نہیں ہے بلکہ ابوزمیل سے مروی ہے۔

- امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔
- ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب عکرمہ سے کوئی ثقہ راوی روایت کرے تو یہ مستقیم الحدیث ہیں۔
- ابن حبان اور ابن شاہین نے بھی انہیں ثقات میں شمار کیا ہے۔
- عاصم بن علی کا قول ہے: عکرمہ مستجاب الدعوات تھے۔ [1]

واضح ہو کہ ان أعیان محدثین کی توثیق سے علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کے انہیں متہم بالوضع قرار دینے کے دعویٰ کا بطلان ثابت ہو رہا ہے۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کو روایت کرنے میں عکرمہ بن عمار متفرد نہیں ہے، بلکہ اسماعیل بن مرسال نے اس حدیث کو ابوزمیل ہی سے روایت کر کے عکرمہ بن عمار کی موافقت کی ہے۔ [2]

اور امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شیخ ابن صلاح رحمہ اللہ نے حافظ ابن حزم رحمہ اللہ کے وضع کے قول کا سختی سے رد فرمایا ہے اور اسے ابن حزم کی جسارت قرار دیا ہے، مزید فرماتے ہیں کہ ابن حزم بڑے بڑے ائمہ کو غلط کہنے اور ان پر تیز وطرار زبان استعمال کرنے میں کافی دلیری کا مظاہرہ کر جاتے تھے، جبکہ ہم نے ائمہ حدیث میں سے کسی کو نہیں پایا کہ وہ عکرمہ بن عمار کو متہم بالوضع قرار دیتے ہوں، بلکہ اس کے برعکس امام وکیع اور یحییٰ بن معین نے ان کی

---

[1] ترجمہ کی تفصیل کیلئے دیکھئے: تهذيب التهذيب: 261/7 تا 263، الكاشف: 286/2۔
[2] معجم الكبير: 12886۔

توثیق وتعدیل فرمائی ہے، اور وہ مستجاب الدعوات بھی تھے۔

ابن صلاح رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: جس وجہ سے ابن حزم کو یہ حدیث موضوع قرار دینی پڑی وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ ابوسفیان کی پیشکش سے قبل ام حبیبہ سے نکاح کر چکے تھے، اس بناء پر حدیث کو موضوع کہنا خود ابن حزم کا وہم قرار دیا جاسکتا ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ ابوسفیان کا مقصد تمام مسلمانوں کے سامنے تجدید نکاح ہوتا کہ انہیں تمام مسلمانوں کی ایک طرح سے محبت اور توجہ حاصل ہو جائے۔

واضح ہو کہ کسی حدیث سے رسول اللہ ﷺ کا ام حبیبہ سے تجدید نکاح ثابت نہیں، نبی ﷺ کا "نعم" کہنے کا مقصد یہ ہو سکتا ہے کہ تمہارا مقصود یعنی مسلمانوں کی محبت حاصل کرنا تمہیں حاصل ہو جائے گا۔

کچھ لوگ تو صحیح مسلم کی اس حدیث کی بنیاد پر اسی بات کے قائل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ام حبیبہ سے نکاح فتح مکہ کے بعد ہوا تھا، لیکن یہ قول تمام علماء سیرت، اہل مغازی اور جمہور محدثین کے اجماع کے خلاف ہے، راجح قول یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت نکاح کر لیا تھا جب وہ حبشہ میں مقیم تھیں۔

کچھ علماء کا کہنا ہے کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی مراد تجدید نہیں بلکہ اس نکاح سے راضی ہونے کی خبر دینا تھا، ممکن ہے قبول اسلام سے قبل وہ اس نکاح پر راضی نہ ہوئے ہوں۔

لیکن یہ تاویل ظاہر حدیث سے انتہائی متناقض اور بعید ہے۔

امام زرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہوسکتا ہے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی مذکورہ پیشکش کا مقصد ادامت نکاح ہو، یعنی آپ ﷺ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو ہمیشہ اپنے نکاح میں رکھیں اور کبھی اس سے علیحدگی اختیار نہ کریں۔

حافظ ابن کثیر اور علامہ ابن قیم رحمہما اللہ فرماتے ہیں: صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث صحیح ہے لیکن کسی راوی سے ام حبیبہ کا نام لینے میں غلطی ہوگئی ہے، ابوسفیان نے ام حبیبہ کی بہن عزہ بنت ابی سفیان کو آپ ﷺ کے نکاح میں پیش کیا، اس وقت انہیں یہ معلوم نہیں ہوا ہوگا کہ دو بہنیں ایک عقد میں جمع نہیں ہوسکتیں، کیونکہ یہی مسئلہ ام حبیبہ پر بھی مخفی تھا حالانکہ وہ ابوسفیان سے زیادہ افقہ تھیں۔

یہ قول زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔

امر واقع یہ ہے کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا دونوں کی خواہش تھی کہ رسول اللہ ﷺ عزہ بنت ابی سفیان کو اپنے نکاح میں قبول فرمالیں، چنانچہ دونوں نے الگ الگ نبی علیہ السلام سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا والی روایت صحیحین میں موجود ہے، چنانچہ انہوں نے نبی ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ ﷺ آپ میری بہن (عزہ) سے نکاح کر لیجئے، رسول اللہ ﷺ نے استفسار فرمایا: کیا تمہیں یہ پسند ہے؟ عرض کیا: جی ہاں، میں آپ کے نکاح میں کوئی اکیلی خاتون تو نہیں ہوں، میں اس خیر میں اپنی بہن کو شریک کرنا چاہتی ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ (عزہ) میرے لئے حلال نہیں ہے۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ہم نے سنا ہے کہ آپ ابوسلمہ کی بیٹی (درہ) سے نکاح کرنا چاہتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: درہ بنت ابی سلمہ میری ربیبہ نہ بھی ہوتی تو بھی میرے لئے حلال نہیں کیونکہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے، مجھے اور ابوسلمہ کو (ثویبہ) نامی عورت نے دودھ پلایا تھا، لہٰذا مجھ سے نکاح کیلئے اپنی بیٹیاں اور بہنیں مت پیش کیا کرو۔ ❶

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہی بات زیادہ بہتر لگتی ہے کہ ابوسفیان نے اپنی دوسری بیٹی (عزہ) کو پیش کیا تھا تاکہ آپ ﷺ کی دامادی کا دہرا شرف حاصل ہو جائے اور اس پیشکش میں اپنی بیٹی ام حبیبہ سے بھی مدد لی، جیسا کہ صحیحین کی روایت سے ثابت ہے، لیکن راوی وہم کی بناء پر عزہ کی بجائے ام حبیبہ کا نام لے بیٹھا۔ ❷

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی ان روایات کو پیش کر کے فرمایا ہے: ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے نکاح کیلئے اپنی دوسری بیٹی عزہ کو پیش کیا تھا، مگر راوی نے اپنی طرف سے وہماً ام حبیبہ کا نام لے لیا۔

اب یہاں اشکال یہ ہے کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن (عزہ) کو آپ ﷺ سے نکاح کیلئے کیوں پیش کیا، حالانکہ یہ بات ظاہراً معلوم ہے کہ ایک نکاح میں دو بہنوں کا جمع ہونا قطعی حرام ہے؟

چنانچہ قرآن صراحت سے کہتا ہے: ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ..... وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ﴾ ❸

تو اس آیت کریمہ کے ہوتے ہوئے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جیسی فقیہہ اور عالمہ کیسے نبی ﷺ پر اپنی بہن کا نکاح پیش

❶ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب [امھاتکم التی ارضعنکم] وغیرہ، صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب تحریم الربیبة واخت المرأة، سنن ابی داؤد، الرقم: 2056، مسند احمد 428/6۔

❷ البدایة والنہایة: 145/4۔

❸ سورة النساء: 23۔

کر سکتی ہے؟ اس اشکال کا یہ جواب ممکن ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے تعلق سے ایک دوسرا عموم موجود تھا اور وہ یہ کہ اللہ رب العزت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کسی عورت سے نکاح کرنا مباح قرار دیا تھا۔

چنانچہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:((ما توفی رسول اللہ ﷺ حتی احل اللہ له ان یتزوج من النساء ماشاء)) ❶

یعنی"اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں کسی عورت سے شادی کرنا حلال فرما دیا تھا۔"

یہی حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بھی مروی ہے۔ ❷

ممکن ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس عموم سے یہی مراد لیا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کسی بھی خاتون سے نکاح کرنا حلال اور مباح ہے، خواہ وہ خاتون محرمات سے کیوں نہ ہو، چنانچہ یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن عزہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیلئے پیش کیا۔

کتب حدیث میں ایک اور قصہ بھی وارد ہے:

چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: آپ حمزہ کی بیٹی سے شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔ ❸

صحیح مسلم کی ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ پیشکش امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کی تھی، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:((انها لا تحل لی انها ابنة اخی من الرضاعة)) ❹

یعنی"حمزہ کی بیٹی میرے لئے حلال نہیں ہے، کیونکہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جناب علی رضی اللہ عنہ کا حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی پیش کرنا، حالانکہ وہ نبی علیہ السلام کی رضاعی بھتیجی تھیں، ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اپنی بیٹی درہ کو پیش کرنا حالانکہ وہ نبی علیہ السلام کی ربیبہ بھی تھی اور رضاعی بھتیجی بھی، اسی طرح ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا اپنی بہن عزہ کو پیش کرنا حالانکہ جمع بین الاختین ناجائز ہے، یہ سب اس بناء پر ہوا کہ وہ اس حدیث کے عموم جس میں نبی علیہ السلام کیلئے ہر عورت سے نکاح کرنا مباح ہے کی بناء پر یہ سمجھے کہ محرمات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حلال ہیں۔ لیکن

❶ جامع ترمذی: 3216، مسند احمد: 41/6، سنن نسائی: 56/6، مسند الحمیدی، الرقم: 235۔
❷ طبقات ابن سعد: 194/8، تفسیر ابن کثیر: 502/3۔
❸ بخاری ومسلم۔
❹ صحیح مسلم، کتاب الرضاع۔

رسول اللہ ﷺ نے صراحت فرمادی کہ محرمات میرے نکاح میں نہیں آسکتیں۔

واضح ہو کہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد: 112/1 میں ذکر فرمایا ہے کہ عزہ کی کنیت بھی ام حبیبہ تھی، اگر یہ درست ہے تو پھر یہ حدیث ہر وہم سے پاک ہے۔ واللہ اعلم

مسئلہ تو بالکل واضح ہوگیا لیکن یہ اشکال اب بھی باقی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان کی اس پیشکش پر "نعم" کیوں فرمایا جبکہ جمع بین الأختین بھی حرام ہے ؟

اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے ہمارے شیخ خلیل ابراہیم ملا خاطر فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی مراد ابوسفیان کی ہر پیشکش سے موافقت نہیں تھی بلکہ جزوی طور پر کچھ بات سے موافقت مقصود تھی، چنانچہ ابوسفیان نے آپ ﷺ سے کسی لشکر کی قیادت وتولیت کا سوال بھی کیا تھا، آپ ﷺ نے اس پر بھی "نعم" فرمایا تھا، حالانکہ آپ ﷺ نے صحیح روایات کے مطابق ابوسفیان کو اپنی زندگی میں کسی لشکر کی قیادت نہیں سونپی تھی، ان کے تینوں مطالبات میں سے صرف ایک مطالبہ سے موافقت فرمائی اور وہ ان کے بیٹے معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی مقرر کرنے کی صورت میں تھا۔

تو گویا آپ ﷺ کا "نعم" فرمانا جزوی موافقت کیلئے تھا، یا پھر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی بہن عزہ سے نکاح کی موافقت انتفاءِ مانع کی صورت میں تھا، یعنی اگر ام حبیبہ کا انتقال ہوگیا تو پھر عزہ سے نکاح کرلیا جائے گا، کیونکہ جمع بین الاختین کی تحریم ایک مسلمہ حقیقت تھی اور بالکل ظاہر، بین اور واضح تھی۔ واللہ اعلم ❶

خلاصہ بحث یہ ہے کہ یہ حدیث سنداً صحیح ہے اور متن میں بھی کوئی وہم نہیں، حافظ ابن حزم رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ اس حدیث کا کوئی مخرج نہیں، غلط ہے۔ بحمد للہ ہماری سابقہ بحث سے حدیث کا مخرج واضح ہوچکا ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص صحیحین کی کسی حدیث کو معلول قرار دینے کی کوشش کرے گا تو اس کی یہ کوشش باطل ہوگی بالکل اور بالکل لاحاصل قرار پائے گی، صحیحین کی ہر حدیث صحیح ہے اور علت سے پاک ہے۔ وللہ الحمد والمنۃ

امام نووی رحمہ اللہ اپنی شرح صحیح مسلم کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: ((اتفق العلماء رحمهم الله

---

❶ مکانة الصحيحين. ص: 406۔

علی ان اصح الکتب بعد القرآن العزیز الصحیحان للبخاری ومسلم وتلقتهما الامة بالقبول)) ❶

یعنی ''علمائے کرام ﷭ اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن عزیز کے بعد سب سے صحیح کتابیں دو ہیں، ایک صحیح بخاری اور دوسری صحیح مسلم، امت کے علماء کی طرف سے ان دونوں کتابوں کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔''

امام مسلم ﷫ خود فرمایا کرتے تھے: اگر اہل الحدیث دو سو سال بھی احادیث لکھتے رہیں تو وہ اس صحیح کتاب کو بطورِ محور ومدار استعمال کرتے رہیں گے۔ ❷

امام مسلم ﷫ فرمایا کرتے تھے: میں نے پوری صحیح مسلم محدثِ وقت امام ابوزرعہ الرازی ﷫ کو پڑھ کر سنائی، جس حدیث کی بابت انہوں نے کسی علت کی نشاندہی کی اسے حذف کر دیا اور جس حدیث کو انہوں نے صحیح کہا اسے برقرار رکھا۔ ❸

واضح ہو کہ اپنے شیخ مولانا کرم الدین السّلفی ﷫ کی اس تصنیف لطیف پر مزید کچھ لکھنے کی خواہش دل میں موجود ہے مگر عدیم الفرصتی حائل رہتی ہے، جبکہ مجھے کتاب کی طباعت کا شدت سے انتظار ہے، انہی چند سطور پر اکتفاء کرتے ہوئے یہ مقدمہ ان کی فرزند عزیز شیخ تقی الدین ﷾ کے سپرد کرتا ہوں، تاکہ کتاب جلد از جلد زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آسکے اور عوام وخواص کے افادہ کے لیے دستیاب ہو سکے، ممکن ہے کتاب کے طبع ثانی پر مزید کچھ گزارشات پیش کر سکوں. وباللّٰه التوفیق وبنعمته وتوفیقه تتم الصالحات۔

میں اپنے فاضل بھائی شیخ تقی الدین کا شکر گزار بھی ہوں کہ انہوں نے اس مقدمہ کے لیے مجھ ناچیز کا انتخاب کیا اور میں بھی اس لئے آمادہ ہو پایا کہ یہ میرے انتہائی محترم اور محبوب استاذ کی تالیف ہے، توقع ہے کہ استاذِ محترم کی کتاب کے ساتھ ساتھ یہ متواضع سا مقدمہ کچھ نظر التفات حاصل کر سکے گا. واللّٰه تعالیٰ ولی التوفیق

میں تقی الدین ﷾ کی درازئ عمر کے لیے دعا گو ہوں اور متمنی ہوں کہ اللہ رب العزت انہیں اس قسم کے انتہائی وقیع الشان کاموں کی توفیق ارزاں فرماتا رہے۔

---

❶ شرح صحیح مسلم للنووی. ص:14۔
❷ شرح صحیح مسلم للنووی. ص:15۔
❸ شرح صحیح مسلم للنووی. ص:15۔

اللہ رب العزت اس کتاب کو ہمارے شیخ مکرم کے لیے میزانِ حسنات کا قیمتی اور بھاری اثاثہ بنادے اور انہیں اعلیٰ علیین میں بلند مرتبہ عطا فرمائے، نیز ان کی اس کتاب کو قبول عام عطا فرما دے. وما ذلك على الله بعزيز.

وأصلي وأسلم على نبيه وصفيه محمد وعلى آله وصحبه وأهل طاعته أجمعين

کتبہ ..... عبداللہ ناصر رحمانی

8 جنوری 2018ء بمطابق 21 ربیع الآخر 1439ھ

